مجلہ غالب نامہ

اُردو میں علمی ادبی اور تحقیقی رفتار کا آئینہ

پروفیسر محمد صدیق

متفرقاتِ غالب

(مُرتبّہ ادیبؔ)

غالبؔ کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف موجودہ دور کے مطالعہ غالب کا ایک حقیقت آفریں نتیجہ ہے۔ شاعرانہ عظمت کی صداقت کے ساتھ ان کے اُردو مکاتیب بھی اہمیت کے حامل ہیں بعض ناقدین کا خیال ہے کہ غالب کے اُردو خطوط سے واضح ہے اور اگر کلام کا سرمایہ نہ بھی ہوتا توبھی وہ اپنے خطوط سے زندۂ جاوید ہوتے۔ اُردو دیوان اور اُردو مکاتیب کے علاوہ غالبؔ کا فارسی کلام ادبی تاریخ میں مصنف کی شہرت کا ضامن ہوتا۔ نظیریؔ، عرفیؔ، ظہوریؔ اور بیدلؔ کی شعری روایات سے ذہن اپنی تخلیقی وفکری شان سے جلوہ گر ہوکر عظیم فنی کارنامے کا موجب ہوا۔ فارسی شعرگوئی کے ساتھ غالبؔ نے فارسی میں مکاتیب بھی لکھے ہیں ُمتفرقاتِ غالب' میں غالب کے ۴۹ فارسی مکتوبات ہیں جو مولوی سراج الدین احمد (۱) مرزا احمد بیگ خاں (۶) مرزا ابوالقاسم خاں (۴۰) ادارۂ جام جہاں نما (۱) شیخ ناسخ (۱) اور ایک اردو میں منشی ولایت علی صفی پوری (۱) کے نام ہیں۔ اس کے دوسرے حصے میں منظومات غالب ہیں جن میں ایک غزل اُردو میں مرزا احمد بیگ طپاں اور مرزا ابوالقاسم خاں قاسم کی توصیف میں ہے۔ پھر ابوالقاسم خاں کا ایک قطعہ غالب کے نام ہے اور اس میں پانچ اشعار ہیں۔ یہ قطعہ ابوالقاسم خاں نے فارسی میں لکھا ہے جس میں انھوں نے غالبؔ کو مسیح زماں، بوعلی سینا، فلاطون اور بقراط ایسے لفظوں سے یاد کیا ہے۔ یہ قطعہ ابوالقاسم

خاں نے شکریے کے طور پر لکھا تھا۔ اس قطعے کے جواب میں غالب نے ایک قطعہ قاسم کو انھیں کے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا تھا جس میں دال، اچار اور سرکہ کا ذکر ہے جو قاسم نے غالب کو بھیجے تھے۔ اس کا ابتدائی شعر یہ ہے :

اے گرامی نژاد والا جاہ　　　کہ درت بابِ سجدۂ امراست

اور آخری شعر اس طرح ہے :

روز خصم تو آن چناں تاریک　　　کہ بدانند ایں شبِ یلداست

غالب نے تحفے کی تعریف شاعرانہ انداز میں کی ہے :

مرحبا، مرحبا، تعال، تعال　　　ایں چہ جود و چہ فیض و ایں چہ عطاست
نازم آچار راکہ از ترشی　　　چینِ پیشانیٔ بتِ رعناست
آفتابے زدانہ دانۂ دال　　　بر سپہرِ خیال جلوہ نماست

یہ قطعہ فی البدیہہ کہہ کر غالب نے مرزا قاسم خاں کو بھیجا تھا۔ اس زمانے میں غالب کے کچھ مخالفین ان پر اعتراض کر رہے تھے۔ اس لیے غالب کو خیال ہوا کہ کہیں اس قطعے میں کوئی قابل اعتراض بات نہ ہو اور وہ معترضین کے ہاتھ نہ لگ جائے، اس لیے غالب نے اسی زمین میں ایک دوسرا قطعہ لکھ کر قاسم خاں کو بھیج دیا اور یہ بھی لکھا کہ جو قطعہ آج صبح کو بھیجا تھا وہ محض قلم کی مدد سے لکھا گیا تھا، فکر کی مدد سے نہیں، وہ گویا دال اچار کی رسید تھی اور یہ بھی لکھا کہ اب جو قطعہ بھیج رہا ہوں وہ آپ کے قطعے کا صحیح معنوں میں جواب ہے اور دوسرے قطعے کے اشعار غور و فکر اور شعور کا نتیجہ ہیں۔ یہ قطعہ ۲۴ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کے چار ابتدائی اشعار ملاحظہ ہوں :

قدر دانا! لطیفۂ دارم　　　بپذیری اگر زبندہ، رواست
کلکِ اندیشہ ام ازیں تحریر　　　آب و رنگِ نشاطِ طبعِ تو خواست
بندہ را از کرم ستو دستی　　　مشتِ خاشاک را چہ قدر و بہاست
بو علی و مسیح و افلاطوں　　　ہر چہ گفتی بگو کہ از تو سزاست

منظومات کے حصے میں وہ مثنوی بھی شامل ہے جو کلیاتِ غالب میں "بادِ مخالف" کے نام سے

شامل ہے مگر اس میں یعنی متفرقاتِ غالب مرتبہ مسعود حسین ادیب میں مثنوی "باد مخالف" کی وہی شکل ہے جس میں وہ کلکتے والوں کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ کلیاتِ غالب میں یہ مثنوی ترمیم اضافے کے ساتھ شامل ہے۔ چونکہ "متفرقات غالب" وہی مندرجات ہیں جو ایک بیاض میں شامل ہیں اور چونکہ تمام خط ایسے لوگوں کے نام ہیں جو کلکتے میں اقامت گزیں تھے اور ساری نظمیں جو بیاض میں موجود ہیں غالب نے دورانِ قیامِ کلکتہ کہی تھیں، اس لیے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ بیاض کلکتے ہی میں تیار کی گئی تھی اور اس کے مرتب کوئی کلکتے کے رہنے والے ہوں گے۔

یہ بیاض مسعود حسن رضوی ادیب کے کتب خانے میں تھی۔ اس میں غالب کے ۴۹ فارسی مکاتیب ایک اردو خط، دو فارسی قطعے، ایک فارسی مثنوی اور ایک اردو غزل بھی ہے۔

مکتوب الیہ میں مولوی سراج الدین احمد، مرزا احمد بیگ، مرزا ابوالقاسم خاں قاسم ہیں اور ایک خط ادارۂ جام جہاں نما کے نام ہے۔

مولوی سراج الدین، غالب کے عزیز دوستوں میں تھے۔ ان کے ایما پر غالب نے قیامِ کلکتہ کے دوران فارسی کلام "گلِ رعنا" کے نام سے جمع کیا تھا اور اپنے اردو دیوان کا ایک انتخاب بھی مدوّن کیا تھا۔ وہ لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور کاروبار کے سلسلے میں کلکتے میں مقیم تھے۔

مرزا احمد بیگ خاں طپاں کے نام چھ خط ہیں۔ طپاں اردو کے صاحبِ دیوان شاعر تھے ان کے استاد مرزا جان طپش میر درد کے شاگرد تھے۔

مرزا ابوقاسم خاں قاسم دہلی کے شہزادے تھے اور ترکِ وطن کر کے کلکتے میں مقیم ہو گئے تھے۔ ان تینوں اشخاص سے غالب کے دورانِ قیامِ کلکتہ گہرے تعلقات ہو گئے تھے اپنی پنشن کے مقدمے کے سلسلے میں غالب کو فروری ۱۸۲۸ء سے اکتوبر ۱۸۲۹ء تک کلکتے میں قیام کرنا پڑا تھا۔ مرزا احمد بیگ خاں اور مرزا ابوالقاسم خاں دہلی کے رہنے والے تھے اور ان میں اور غالب میں ہم وطن ہونے کا تعلق تھا اور یہ تعلق غریب الوطنی میں اور گہرا ہو گیا تھا۔ مولوی سراج الدین احمد گرچہ ہم وطن نہ تھے مگر بے وطنی کے احساس نے ان کو بھی اس جماعت میں شامل کر دیا تھا۔ اس طرح ان چاروں میں یگانگت پیدا ہو گئی تھی۔ سراج الدین احمد حاکموں سے قربت رکھتے تھے۔ اپنی پنشن کے مقدمے کے سلسلے میں غالب کلکتہ گئے تھے، اس لیے ان تمام خطوط میں جو غالب

نے مولوی سراج الدین احمد کے نام لکھے ہیں ، اپنے مقدمے کا ذکر کیا ہے اور ان سے مدد طلب کی ہے ۔

مرزا احمد بیگ خاں صدر دیوانی میں مختار تھے ۔ ہم وطن ہونے کی وجہ سے غالب ان سے اپنے کام کی بات پوشیدہ رکھتے تھے گرچہ وہ اپنے مقدمے میں ان کی مدد کے طلبگار تھے ۔ رازداری کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ مرزا احمد بیگ ان کے مخالف فریق سے بھی تعلقات رکھتے تھے ۔ اس حقیقت کے باوجود دونوں میں خلوص و دوستی کا رشتہ تھا ۔ کلکتہ سے دہلی آنے پر ساڑھے تین مہینے کے بعد مولوی سراج الدین کے خط سے مرزا احمد بیگ کی موت کی خبر غالب کو ملی تو انھوں نے اس طرح اپنے احساسات کا اظہار اپنے خط (۱۸) بنام سراج الدین میں کیا ہے :

والا نامہ رسیدہ و خبرِ فراقِ دائمی مرزا احمد رسانید ۔ سبحان اللہ ، چہ مایہ سنگین دل و سخت جانم کہ نامہ در تعزیت مرزا احمد انشا می کنم و اجزای وجودم از ہم نمی ریزد ۔ می گفت کہ بہ دہلی می آیم ۔ وعدہ فراموش بہ صورت راہ گرداند و ناقہ بسر منزل دیگر راند ۔ گرفتم ، خاطر دوستان عزیز نداشت ، چرا بہ خُرد سالانِ خود نہ پرداخت و سایہ از سرِ شان باز گرفت ؟ وای بے یاریِ یارانِ وے ! دریغا بے پدریِ پسرانِ وے ۔ ہر چند از مرگ نتوان نالید و گسستن تار و پود ہستی را چارہ نتواں کرد ، امّا انصاف بالای طاعت ، ہنوز ہنگام مردنِ مرزا احمد بیگ مغفور نبود ۔ چرا ایں قدر صبر نہ کرد کہ بہ کلکتہ رسیدمے و دردی نظارہ فروزش را دگر بار دیدمے ۔ چرا آں مایہ توقف نورزید کہ حامد علی جوان گشتے و کارہا بہ اندازۂ دانشِ وے روان گشتے ۔

یہ خط طویل ہے اور اسی خبر جاں کاہ سے متعلق ہے ۔ دیگر تفصیلات سے بھی پتا چلتا ہے کہ غالب مرزا احمد بیگ کی موت سے شدید طور پر متاثر ہوئے تھے ۔ اسی خط کے وسط میں سراج الدین کو لکھتے ہیں :

واللہ کہ غم خواری باز ماندگان احمد بیگ خاں عین فرض و فرض عین است ، است ہم بر شما رہم بر میرزا ابو القاسم خاں ۔

مکتوب نمبر ۶ میں غالب نے اپنی ذاتی کیفیات کی ترجمانی اس طرح کی ہے :

ماجرای من اینست کہ از دادکدۂ این خلاف آباد خود را بکیسو کشیدہ نقشِ دیوارِ غم خانۂ خویش گردیدہ ام۔ شمع امیدے در بزم خیال افروختہ و چشم بہ دادگریہای حکام صدر دوختہ دارم۔ چہ گویم کہ حکام اطراف چہ ہنجار ہا سر کردہ اند و چہ شیوہ ہا پیش گرفتہ۔ اگر روزگارے ہم بدین، نہج خواہد گزشت، خانمانہا غرقۂ سیلاب فنا خواہد گشت۔"

اپنے دور کی افراتفری کا حال اس طرح قلمبند کرتے ہیں :

"اندرین دیار کہ عمائد روزگار غمازی و نمامی اختیار کردہ اند و حکام گوش رغبت بدین مردم دادہ عالمے بر عرض و مال خود لرزاں است۔"

ان کے خط سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ وہ اخبارات کی افادیت سے آگاہ تھے اور صحافت کا ایک معیار ذہن میں رکھتے تھے۔ مولوی سراج الدین کا تعلق "آئینۂ سکندر" نامی اخبار سے تھا جو کلکتے سے شائع ہوتا تھا۔ اس کے شمارے ان کے ذریعے غالب کو وقتاً فوقتاً ملا کرتے تھے۔ اس کے اوراق کے مطالعے کے بعد اپنے تاثرات کا اظہار اپنے خط بنام سراج الدین احمد میں اس طرح کرتے ہیں :

"دیدہ بہ مشاہدۂ ورقِ آئینۂ سکندر نورانی گردید و روانی عبارتش نظارہ را بہ گوہر کشید۔ بیان ہای خوش و خبرہای دلکش مردم این دیار از نامعتمدیِ اخبار جام جہاں نما ملول اند، ذوقی درست با خبار نہ دارند۔"

دہلی پہنچے اور اپنے مقدمے کا حال مولوی سراج الدین احمد کو اس طرح لکھتے ہیں :

"بہ دہلی رسیدم و از حکام استدعای اجرای حکم صدر کردم۔ پدید آمد کہ ہیچ حکم از صدر نہ رسیدہ است۔ ہمانان کاغذ گم شدہ بود و بہ یاد رفتہ حاکم رحمت کرد و بہ صدر بنشت مثنی باز آمد۔ حاکم آن را دید و خط بہ شمس الدین احمد خاں بنشت و حال متعلقان نصر اللہ بیگ خاں باز جست۔ مدعا علیہ جواب فرستادہ کہ بہ موجب پروانہ مہری جرنیل لارڈ لیک بہا در پنج ہزار روپیہ سالانہ بداں گروہ می دہم۔ حاکم اصل سند برای ملاحظہ طلبید۔ چون رسید، نقلش بہ دفتر داشت و اصل بفرستندہ باز داد۔ نقلِ آں نقل بہ من عنایت شد۔ جواب آں ہر چہ بہ دانش خداداد من پسندیدہ نمود، نوشتم و بہ محکمہ فرستادم۔ دیگر جز این قدر نہ دانم کہ حال چیست و ماجرا چہ معنی دارد۔

اسی خط سے ان کے مخالف فریق کا حال معلوم ہوتا ہے جو غالب کی پنشن کی مقدار میں شرکت کا دعوے دار تھا :

فلاں بیگ بمقتضای طمعِ مال کمر بہ کینم استوار بستہ اند و در نظر خلق اعانت خواھر و کودکانش را سرمایۂ تاویل و تسویل قرار دادہ اند۔ من مرد حق جوی حق پرستم ، راست می گویم و حق می جویم ۔ نہ علوری شمس الدین خاں صاحبم و نہ دشمنِ خواجہ حاجی و پسرانش۔ شمس الدین خاں برادر زن من است و خواجہ حاجی پسر بارگیر جدمن و پسرانش از دو پشت خانہ زاد و از سہ پشت نمک خوار من ۔ از احمد بخش خاں کہ برادر زن عم من و برادر پدر زن من بود دو شکایت داشتم و دارم یکی تقلیل مقدار وجہ پرورش بی وقوع جرم و گناہ دوم شمول خواجہ حاجی بی ثبوتِ وجہ استحقاق و مجموع عرائض من پر از ین ہر دو شکوہ لبریز است ۔"

اپنے مقدمے کے علاوہ ایسے مطالب بھی ان مکاتیب میں آئے ہیں جن سے غالب کی متنوع اور بوقلموں شخصیت کا صاف طور پر پتا چلتا ہے وہ اپنے دوستوں اور رفیقوں کا وسیع حلقہ رکھتے تھے ان سے غالب کی گہری اور مخلصانہ وابستگی کا بھی ثبوت ملتا ہے ۔ اپنی پریشانیوں اور آشفتگیوں کا جہاں حال رقم کرتے ہیں وہاں اپنے رفیق کے درد و غم میں گہرے طور پر شریک ہونے کی پر قوت جذباتی صلاحیت بھی رکھتے ہیں ۔ اس سے یہ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ خلاق ذہن کے ساتھ ہی احساسات و جذبات کا خزینہ بھی رکھتے تھے ۔ اور اسی کی بدولت دوستانہ تعلقات کو برقرار اور سرگرم رکھنے کی طاقت رکھتے تھے ۔ عموماً غالب جیسا فنکار میر کی طرح کنارہ کش اور گوشہ نشین ہو کر اپنے دل کی دنیاؤں کی سیر میں محو ہو جاتا ہے ۔ ان مکتوبات سے غالب کے ان مسائل کا حال معلوم ہوتا ہے جن سے وہ اپنی زندگی کے دوران دوچار تھے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کی رفیقانہ وابستگیوں سے ان کی حیاتی و جذباتی توانائیوں کا بھی علم ہوتا ہے ۔

مولوی سراج الدین احمد کے نام ایک خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلکتہ میں انگریزوں کے اقتدار سے خارجی ماحول میں رونما ہونے والی خوشگوار تبدیلیوں سے غالب متاثر ہوئے تھے اس شہر سے دلی واپس ہونے پر اس کا ذکر وہ ان توصیفی جملوں میں کرتے ہیں :

"شہری بدین پاکیزگی و بہارستانی بدین خرمی در گیتی کجاست ! خاک نشینی آن دیار

ازاورنگ آرائی مرزبوم دیگرخوش تر۔ من وخدای من کہ اگر مقابل بنودی وطوق ناموس عیال بگردن نہ داشتمی، دامن برھرچہ ہست افشاندمی وخود را بدان بقعہ رساندمی، تنازیستمی، در آن مینوکدہ بودمی و از رنج ھواھای ناخوش ھندوستان آسودمی، زہی ھوا ہای سرد وخوشا آب ھای گوارفرخا بادہ ھای ناب وخرما ثمرھای پیش رس"

اس کیفیت کا اظہار اس غزل میں بھی ملتا ہے جو غالب نے حافظ کی غزل کی زمین میں کہی ہے جس کا مطلع یہ ہے :

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند
وندران ظلمت شب آبحیاتم دادند

منظومات میں مثنوی "باد مخالف" کی اصل شکل جو غالب نے کلکتے والوں کے سامنے پیش کی تھی اس مجموعے میں شامل ہے اور جو اضافے غالب نے بعد میں کیے ہیں، اُن کی نشان دہی فاضل مرتب نے کردی ہے اور جو اشعار غالب نے بعد میں حذف کردیئے تھے، انھیں بھی اس میں نشان لگا دیا گیا ہے۔ ایسے چند اشعار ملاحظہ ہوں :

اندہِ خویش کردہ زار مرا — با سخن پروری چہ کار مرا
رخِ دعوی نہ برفروختمے — بے زباں ہمچو شمع سوختمے
حاصل معنی، اے ذوی الافہام — می تراود ازیں سیاقِ کلام
لغو بود آں چہ گفتہ ام زیں پیش — ایں زمانم خجل ز گفتۂ خویش
نقش بندِ بنای ایں تہ خم — لغو را گفتہ "لا یواخذکم"
سحر سازانِ پاستانی را — سعدی و طالب و فغانی را
نخلبندِ حدیقۂ معنی — بادشاہِ سلیقۂ معنی
بہ تنومندیِ خیال دقیق — موشگافِ غوامضِ تحقیق
نثرش آیینۂ صفاے وحید — نظمش آہنگ بربطِ ناہید

ترمیم و اضافے سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ غالب کے یہاں تخلیقی عمل کس طرح کار فرما تھا۔ شعور اور غور و فکر سے کس طرح تخلیق میں تکمیل کا حسن پیدا ہوتا ہے۔ ایسے اشعار جو غالب کی

شخصیت کے شایان شان نہ تھے اور جوان کے عُلوِ نفس کے منافی تھے حذف کر دیئے گیے ہیں اسی طرح قتیل کے ضمن میں جو اشعار ہجو ملیح سے تجاوز کر گئے ہیں انھیں بھی رد کر دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ نکتہ قابل توجہ ہو جاتا ہے کہ تخلیقی عمل شعوری ہوتا ہے، الہامی نہیں۔

مسعود حسن رضوی ایک دانشور، بلند پایہ معلم قابل لحاظ ناقد اور ذمہ دار محقق تھے۔ ان مکتوبات و منظومات کے متن کی ترتیب میں انھوں نے اپنے تربیت یافتہ ذہن کا ثبوت دیا ہے اور بڑی ذمہ داری اور صحت کے ساتھ متن پیش کیا ہے۔ اس میں مرتب کا فاضلانہ مقدمہ بھی شامل ہے جس میں بعض اہم اور مفید معلومات موجود ہیں اور جن سے غالب میں دل چسپی رکھنے والے طلبہ کو بڑی مدد مل سکتی ہے۔ پانچ صفحات پر مشتمل غلطنامہ کتاب کے آخر میں شامل ہے، اس کے باوجود طباعت کی غلطیاں رہ گئی ہیں میرے سامنے 'متفرقات غالب' کا دوسرا اڈیشن ہے جو ۱۹۶۹ء میں طبع ہوا تھا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کا نیا اڈیشن طبع ہو جو ان ساری غلطیوں سے پاک ہو اور حواشی میں وہ مندرجات شامل ہوں جو پنج آہنگ (مطبوعہ نولکشور لکھنؤ، ۱۲۸۷ھ) میں حذف ہو گئے ہیں یا تبدیل شدہ شکل میں ہیں یعنی جو لفظ یا فقرے بدل دیے گئے ہیں وہ بھی حواشی میں شامل کر دیے جائیں۔ فاضل مرتب نے پنج آہنگ (مطبوعہ نولکشور) کے متعلقہ مکاتیب کی نشاندہی صفحوں کا حوالہ دے کر کر دی ہے، مگر اس طریق کار سے قاری کو تشنگی اور محرومی کا احساس ہوتا ہے۔

'متفرقات غالب' کے مندرجات کی تاریخی، تحقیقی، لسانی اور تنقیدی اہمیت ہے۔ ان مکتوبات سے غالب کی سوانح عمری مرتب کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ بہت سارے گوشے ان مطالب سے روشن ہو سکتے ہیں اور گم شدہ کڑیوں کو دریافت کرنے میں آسانی ہو سکتی ہے۔ مکتوبات کی طرز زبان ادبی ہے، سادہ اور تصنع سے پاک ہے مقفیٰ نگاری اور دیگر آرائش و تجمل سے پاک ہے۔ تنقیدی اہمیت ان ذہنی کارفرمائیوں سے روشن ہوتی ہے جن کے زیر اثر غالب نے اپنے ان ادبی کارناموں میں ترمیم و اضافے کیے ہیں۔ اس سے ان کے زرخیز ذہن کی حرکت و سرعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس طرح 'متفرقات غالب' پر کام کرنے والوں کے لیے ایک راہ ہموار کر دی ہے۔ اس

سے ان کی غالب شناسی کا بھی علم ہوتا ہے اور ان کے تربیت یافتہ ذہن، پختہ مزاج، وسیع مطالعہ، تحقیقی شغف اور متوازن شخصیت کا بھی پورا ثبوت مل جاتا ہے۔